3۔ تسلیم ورضا

نظیر اکبر آبادی (۱۷۳۵ء۔۱۸۳۰ء)

تعارف: نظیر تخلص اور اصل نام ولی محمد تھا۔ ایک طویل عرصے تک نظیر کو ایک نادریافت جزیرے کی حیثیت رہی۔ حالاں کہ صرف یہی ایک ایسے شاعر ہیں جن کی شاعری اہلِ فرنگ کے مطابق پچی ہے۔ یہ پہلے شاعر ہیں جنہوں نے دربار سے ناطہ توڑ کر عوام سے تعلق جوڑا۔ اسی لیے عوامی شاعر کہلاتے ہیں۔ اپنی تمام شاعری میں عوامی جذبات احساسات اور مشاغل کو جگہ دی ہے۔ ''آدمی نامہ'' ''بنجارہ نامہ'' ''برسات'' ''مفلسی'' ''بلدیو جی کا میلہ'' ''روٹی'' ''شب برات'' مشہور نظمیں ہیں۔ ۱۸۳۰ء میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

خلاصہ: (بہاولپور 10,2008، لاہور 2008، ملتان 09,2007 گوجرانوالہ 12، فنی بورڈ 13ء)

فقر اختیار کرنے والے درویش ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے اور خوش وخرم رہتے ہیں۔ افلاس وامارت، بدحالی وآسائش، شہرت وگمنامی، خوشی وغمی بلکہ یہ لوگ تو موت وحیات دونوں حالتوں میں بھی اللہ کی مرضی اور اس کی رضا پر قانع رہتے ہیں۔ فی الحقیقت یہی لوگ کامل واکمل مرد کہلانے کے حق دار ہیں۔ خدا سے شکوہ کرنے والے ان لوگوں سے کمتر ہوتے ہیں۔ یہی لوگ ولی کہلانے کے لائق ہیں۔ لیکن ایسے لوگ دنیا میں کم دستیاب ہیں۔ انسان ہوتے ہوئے، انسانی تقاضوں کے باوصف شاد باش رہنے والے یہ لوگ فرشتے کے لقب کے حق دار ہیں جو کہ ہر حال میں اللہ کی رضا پر شاکر وراضی رہتے ہیں۔

اشعار کی تشریح

بند نمبر 1: (ڈیرہ غازی خاں 2010، لاہور 2009، راولپنڈی بورڈ 13، سرگودھا 13ء)

جو فقر میں پورے ہیں، وہ ہر حال میں خوش ہیں
ہر کام میں، ہر دام میں، ہر حال میں خوش ہیں
گر مال دیا یار نے تو مال میں خوش ہیں
بے زر جو کیا تو اُسی احوال میں خوش ہیں
افلاس میں، ادبار میں، اقبال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

حل لغت: فقر: درویشی دام: قیمت، جال، دنیا کے پھندے یار: دوست، مراد اللہ کی ذات
بے زر: بغیر مال کے / کنگال احوال: کیفیت، حالات افلاس: ناداری، غربت
ادبار: بدنصیبی، زوال اقبال: خوش قسمتی، عروج پورے: مکمل، کامل

مفہوم: جو لوگ فقر میں کامل ہیں وہ ہر حالت میں خوش ہیں۔ ہر کام اور ہر حال میں خوش ہیں۔ مال دار ہوں تو بھی کنگال ہوں تو بھی خوش ہیں۔ تنگ دستی، تنزل اور عروج میں خوش ہیں۔ مردِ کامل یہی لوگ ہیں جو ہر حال میں خوش ہیں۔

تشریح:

عوامی شاعر کے لقب کی حامل شخصیت نظیر اکبر آبادی اپنے منفرد اور یگانہ انداز میں اللہ تعالیٰ کے منظورِ نظر نیک اور متقی افراد کا تذکرہ کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ خود بھی دنیاوی آلائشوں اور جھمیلوں سے کنارا کش رہے اور اپنی شاعری میں بھی وہ اللہ تعالیٰ سے لو لگانے اور دنیاوی الجھنوں سے دور رہنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ تشریح طلب نظم کا بنیادی نکتہ فقر ہے۔ زیرِ تشریح بند کے پہلے مصرع

میں کہتے ہیں کہ جن لوگوں کی فقر میں حیثیت کامل ہوتی ہے وہ ہر حال میں خوش رہتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فقر کا مفہوم کیا ہے؟ فقر اختیار کرنے والے کو "فقیر" کہتے ہیں جب کہ بھیک مانگنے والے کو بھکاری اور گداگر کہا جاتا ہے۔ فقر تو قلندرانہ شان اور درویشی کا نام ہے۔ یا پھر فقر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کے تین حروف تین الفاظ سے ماخوذ ہیں۔ یعنی "ف" سے فاقہ، "ق" سے قناعت اور "ر" سے رضا۔ یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو فاقہ کشی، قناعت اور رضائے الٰہی جیسے اوصاف میں کامل ہوں وہ اہل فقر کہلاتے ہیں۔ فاقہ سے انسان میں صبر پیدا ہوتا ہے، قناعت سے بے نیازی اور رضا سے قربت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ یا پھر فقر کے تین حروف سے ایک اور معنی بھی اخذ کیا جاتا ہے کہ "ف" سے فنائے نفس، "ق" سے قربت الٰہی، "ر" سے روحانیت۔ گویا فقر اس کیفیت کا نام ہے۔ جس میں انسان اپنے نفس کو فنا کر دے یعنی اپنی خواہشات وضروریات کو اللہ کے لیے قربان کر دے، جس کا لازمی نتیجہ اللہ تعالیٰ کی قربت کا حصول ہوگا۔ اور یہی فقر پیغمبروں کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ بقول علامہ اقبال:

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

عام مشاہدہ ہے کہ زندگی گزارنے کے دو رویے ہیں۔ پہلا کم ہمت لوگوں کا رویہ، جو مصائب برداشت نہ کرتے ہوئے حوصلے ہار دیتے ہیں اور شکوہ شکایت پر اتر آتے ہیں۔ دوسرا بلند ہمت لوگوں کا رویہ ہے، جس میں شکوہ تو کجا انسان اپنی زبان سے خواہشات وضروریات بھی طلب نہیں کرتا۔ یہی لوگ ہوتے ہیں جو منازل فقر طے کرتے ہیں۔ شاعر نے انھی لوگوں کے بارے میں بتایا ہے۔

بقول شاعر:

فقیری میں ہوں مجھ کو مانگنے سے شرم آتی ہے
سوالی ہو کے مجھ سے ہاتھ پھیلایا نہیں جاتا

دوسرے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ یہ لوگ ہر کام میں خوش وخرم رہتے ہیں۔ دام سے یہاں مراد قدر و قیمت یعنی ان لوگوں کی معاشرے میں جو بھی قدر و قیمت ہو یہ لوگ رنجیدہ نہیں رہتے۔ دام سے مراد دنیا کے جال بھی ہیں۔ درویش صفت لوگ اپنی خواہشات کو محدود رکھتے ہیں اور اللہ انھیں جس حال میں رکھے اور جس کیفیت میں رکھے یہ لوگ خوش وخرم رہتے ہیں۔ غم والم کا سامنا ہو تو یہ لوگ خوشی سے برداشت کرتے ہیں کہ زندگی میں اسی غم والم کا سامنا ہوتا ہی رہتا ہے۔ بقول شاعر ان لوگوں کا یہ حال ہوتا ہے:

جہاں میں جب تلک یارو ہمارے جسم میں دم ہے
کبھی رونا، کبھی ہنسنا کبھی شادی کبھی غم ہے

تیسرے مصرعے میں شاعر کہتا ہے درویش صفت لوگوں کو اگر اللہ تعالیٰ مال و دولت سے نواز دے تو اسے خوشی سے قبول کرتے ہیں۔ مال و اموال کے حصول کے بعد یہ لوگ "لئن شکرتم لازیدنکم" کے مصداق اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اے اللہ یہ مال و دولت سب تیری ہی عطا ہے۔ یہ لوگ دور امارت میں بھی خدا کو نہیں بھولتے۔ بقول جاوید انجم لائل پوری:

امارت میں بھی وہ ہرگز خدا کو بھولتے نہ تھے
اسی کے نام کی تسبیح رہتی تھی زبانوں پر

چوتھے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ اگر یہ لوگ بے زر ہو جائیں۔ یعنی ان لوگوں کے پاس جو مال ہے اگر اللہ تعالیٰ وہ ان سے واپس لے لے تو پھر بھی ان بلند ہمت لوگوں کے رویے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ یہ لوگ رنجیدہ نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہیں کہ اے اللہ مال تو تیرا ہی ہے جسے چاہے عطا کر دے اور جس سے چاہے واپس لے لے۔ حقیقت میں ان لوگوں کو مال ومتاع سے کوئی رغبت نہیں ہوتی۔

آخری شعر میں شاعر کہتا ہے کہ اگر یہ لوگ مفلسی کا شکار ہو جائیں یا تنگ دستی کا سامنا ہو پھر بھی خوش رہتے ہیں اور ہر حال میں خوش رہنے والے ہی مرد کامل ہیں۔ کامل انسان کی یہی علامت ہے کہ طائف میں چاہے لہولہان کر دیا جائے یا تپتی ریت پر لٹا کر بلالؓ کو گھسیٹا جائے یا کربلا میں تلواروں سے گھائل کر دیا جائے وہ ہر حال میں خدا کے شکر گزار رہتے ہیں۔

جو فقر کی دولت سے ہیں معمور ہمیشہ
ہر حال میں خوش رہتے ہیں شکوہ نہیں کرتے

بند نمبر 2

گر یار کی مرضی ہوئی، سر جوڑ کے بیٹھے ۔۔۔ گھر بار چھڑایا تو وہیں چھوڑ کے بیٹھے
موڑا انھیں جیدھر، وہیں منھ موڑ کے بیٹھے ۔۔۔ گدڑی جو سلائی تو وہی اوڑھ کے بیٹھے
اور شال اڑھائی تو اسی شال میں خوش ہیں ۔۔۔ پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

حل لغت: سر جوڑ کے بیٹھنا: اکٹھے مل کر بیٹھنا، باہم مشورہ کرنا ۔ منھ موڑنا: منھ پھیرا
گدڑی: پیوند لگا لباس، فقیرانہ لباس، معمولی لباس ۔ شال: اون یا ریشم کی چادر، قیمتی چادر

مفہوم: اگر اللہ نے چاہا تو یہ لوگ مل بیٹھتے ہیں اور اگر اللہ نے چاہا تو گھر بار چھوڑ دیتے ہیں۔ اللہ نے جہاں چاہا یہ لوگ وہیں چلے جاتے ہیں۔ اگر کوئی پیوند لگا پھٹا پرانا جبہ ملے تو وہی بخوشی زیب تن کر لیتے ہیں، اگر قیمتی چادر مل جائے تو وہ بھی بخوشی اوڑھ لیتے ہیں۔ الغرض یہ لوگ ہر حال میں خوش رہتے ہیں۔

تشریح:

تشریح طلب بند میں شاعر نے اہل فقر لوگوں کی مزید کئی خوبیاں قلم بند کی ہیں۔ یہاں شاعر نے لفظ یار عام معنوں کی بجائے خاص مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ اس کے معنی ہیں ''اللہ تعالیٰ'' چناں چہ شاعر کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کا مل بیٹھنا، باہم مشورہ کرنا، اتفاق سے رہنا، گھر میں امن و سکون سے رہنا، گھل مل کر فانی زندگی گزارنا اور باہمی مشورے سے مل بیٹھنا پسند فرمایا تو یہ لوگ اسی طرح خوش رہتے ہیں۔ دراصل درویش اپنی رضا کو رضائے الٰہی میں ڈھال لیتے ہیں۔ یہ لوگ فقر کے اُس اعلیٰ درجے پر فائز ہوتے ہیں کہ جس پر انسان اپنی خواہشات کا گلا گھونٹ دیتا ہے اور ہر طرح راضی برضائے الٰہی رہنا اپنا طرۂ امتیاز بنا لیتا ہے۔

شاعر دوسرے مصرعے میں کہتا ہے کہ اہلِ فقر حضرات کو اگر اللہ تعالیٰ گھر بار، اہل و عیال، مال و متاع، خاندان اور صرف شہر بلکہ ملک تک چھوڑنے کا حکم دے تو یہ لوگ بلا پس و پیش ہنستے ہوئے خیر باد کہہ دیتے ہیں۔ تیسرے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جہاں جانے کا حکم دے فوراً وہاں جانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ بقول شاعر:

تیرے کہنے پہ چھوڑ دیتے ہیں ۔۔۔ اہل و عیال اور مال و متاع

حضرت ابراہیمؑ ہی کی مثال لے لیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے ننھے اسماعیلؑ اور حضرت بی بی ہاجرہؑ کو عرب کے صحرا میں چھوڑ آنے کا حکم دیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے فوراً ہاجرہ اور اپنے بیٹے کو ساتھ لیا اور عرب کے ویران اور چٹیل صحرا میں چھوڑ گئے۔ جہاں نہ پانی کا قطرہ ہے نہ خوراک کا دانہ۔ بس خدا پر توکل کر کے دُعا دیتے ہوئے تشریف لے گئے کیوں کہ انھیں یقین تھا کہ اللہ تمام جان داروں کا رازق ہے۔ اگر وہ پتھروں کے اندر کیڑوں کے لیے رزق کا انتظام کر سکتا ہے تو پھر یہ بنجر زمین کیا معنی رکھتی ہے۔ امام الانبیا حضرت محمد ﷺ ہی کی مثال لے لیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شہر مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ فوراً گھر بار چھوڑ کر چند رفقا کے ساتھ مدینہ میں تشریف لے گئے۔ حالاں کہ آپ ﷺ کو مکہ سے بہت محبت تھی۔ چناں چہ مکہ چھوڑتے وقت آپ ﷺ نے مکہ کی جانب چہرہ مبارک کر کے فرمایا:

''اے مکہ تو مجھے بہت عزیز ہے پر کیا کروں ترے باشندے مجھے رہنے نہیں دیتے''

گویا درویش صفت لوگوں کی زندگی کا اک اک قدم راہِ الٰہی میں اُٹھتا ہے۔ بقول شاعر:

ہر ایک عمل زیست کا بس تیرے لیے ہو ۔۔۔ ہر گام رہے فکر مجھے تیری رضا کی

چوتھے مصرعے میں شاعر نے قناعت پسند درویشوں کی ایک اور صفت بیان کی ہے۔ چناں چہ کہتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ اگر قیمتی لباس نصیب نہ ہو اور پھٹی پرانی پیوند لگی ہوئی عبا مل جائے تو خوش ہو کر اوڑھ لیتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ ہی کو دیکھ لیجیے۔ تاج دار کائنات ہیں لیکن فقر کا یہ عالم ہے کہ لباس میں کئی پیوند لگے ہوئے ہیں۔ حضرت عمرؓ ہی کو دیکھ لیجیے۔ حضور ﷺ کے جانشین ہیں 1036 شہر اُن کے دور میں فتح ہوئے۔ بائیس لاکھ مربع میل کے حاکم ہیں۔ لیکن عالم درویشی میں اس قدر کامل ہیں کہ لباس میں بیس پیوند لگے ہوئے ہیں۔ قیصر و کسریٰ کے محلات کی در و دیوار پر لرزہ طاری کر دینے والے اس عظیم منتظم کے لباس اور عالم سادات کو دیکھ کر یروشلم کا گورنر حیرت زدہ رہ گیا اور فقر کے رعب کی وجہ سے تھر تھرا اُٹھا۔

پانچویں مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ اگر اہل فقر کو قیمتی چادر یا ریشم کی نرم و ملائم چادر یا قیمتی لباس نصیب ہو جائے تو پھر بھی سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں۔ اور خوش و خرم ہو کر زیب تن کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ یہ تیری ہی عطا ہے۔ سلطان محمود غزنوی حج کے دوران قیمتی عبا جس میں جواہرات و ہیرے ٹنکے تھے اوڑھ کر دربار نبوی میں حاضری دے رہا تھا۔ مصر کا بادشاہ فقیرانہ لباس پہنے ہوئے آیا تو کہنے لگا محمود! یہاں یہ لباس نہیں پہننا چاہیے تھا کیوں کہ یہاں تو سب ہی حضور ﷺ کے گدا ہیں۔ محمود کہنے لگا "میں تو اس لباس کے ساتھ اس لیے آیا ہوں کہ یہ آپ ﷺ کے صدقے عطا ہوا ہے۔ چناں چہ شاعر کہتا ہے کہ یہ لوگ فقیرانہ لباس میں ہوں یا قیمتی لباس میں، دونوں حالتوں میں خوش و خرم رہتے ہیں۔

کمبل جو دیا تو وہی کاندھے پہ سنبھالا	گر اُس نے اوڑھایا تو لیا اوڑھ دو شالہ
بندھوائی لنگوٹی تو وہی ہنس کے کہا "لا"	چادر جو اڑھائی تو وہی ہوگئی بالا

آخری مصرعے میں شاعر پھر ایسے ہی لوگوں کو کامل مرد کہہ رہا ہے جو گھر بار میں ہوں یا گھر سے کوسوں دور، پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوں یا قیمتی لباس ہر حال میں خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہیں اور ہر حال میں کلمہ شکر ادا کرتے ہیں۔

بند نمبر 3: (لاہور بورڈ 2010)

اور اُس نے جو ماتم دیا، ماتم میں رہے خوش	گر اُس نے دیا غم تو اُسی غم میں رہے خوش
جس طور کہا اُس نے، اُسی عالم میں رہے خوش	کھانے کو ملا کم تو اسی کم میں رہے خوش

دکھ درد میں، آفات میں، جنجال میں خوش ہیں

پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

حل لغت:

غم: رنج، دکھ	ماتم: رونا پیٹنا، آہ و زاری کرنا	طور: انداز، طریقہ، ڈھنگ	
عالم: کیفیت، حالت	دکھ: درد، تکلیف	آفات: آفت کی جمع مصائب	جنجال: مصیبت، بلا

مفہوم:

درویش صفت لوگ غم و الم میں بھی خوش رہتے ہیں۔ کھانے کو اگر معمولی سی مقدار نصیب ہو تو بھی خوش رہتے ہیں۔ ان لوگوں کو اللہ جس حالت میں رکھے خوش رہتے ہیں۔ مصیبتوں، دکھوں اور آفتوں میں یہ لوگ خوش رہتے ہیں۔ یہ لوگ مرد کامل ہیں۔

تشریح:

زیر تشریح بند میں شاعر نے درویشوں کے اسرار و رموز اور مزید خوبیاں بیان کی ہیں۔ پہلے شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ اگر انھیں غم ملتا ہے تو بھی خوش رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا جانتے ہوئے خوشی سے غم کا سامنا کرتے ہیں۔ مصائب اور دکھوں کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتے ہیں۔ کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے۔ اور اللہ اپنے نیک بندوں ہی کو

آزمائش میں ڈالتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عثمانؓ بن عفان نے فرمایا: ''جسے سال بھر میں کوئی تکلیف نہ پہنچے وہ سمجھ لے کہ اُس کا رب اُس سے ناراض ہے''۔ ارشادِ ربانی ہے۔

ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرة۔ (البقرة۔105)

ترجمہ: ''اور ہم تمھیں ہر طرح سے آزمائیں گے کچھ خوف سے اور بھوک سے اور اموال اور جانوں اور میووں کا نقصان پہنچا کر''

چناں چہ صاحبِ فقر ہستیاں ان آزمائشوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتی ہیں اور صبر و تحمل سے کام لیتی ہیں۔ حضرت نوحؑ نے اپنے جوان بیٹے کو نذرِ طوفاں ہوتے دیکھا لیکن صبر کیا۔ حضرت ابراہیمؑ کو نمرود نے آگ میں پھینکا لیکن حرفِ شکوہ لبوں سے عیاں نہ کیا۔ حضرت زکریاؑ کو آرے سے چیر دیا گیا۔ حضرت یحییٰؑ کو کافروں نے شہید کر دیا۔ حضرت بلالؓ کو تپتی ریت پر لٹایا جاتا اور ان کی چھاتی پر ظالم کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ اُن کے جسم کی چربی پگھل جاتی، لیکن صبر کا یہ عالم ہے کہ ''احد احد'' کی صدا آرہی ہے۔ خود حضور ہی کو دیکھ لیجیے، دنیا میں سب سے زیادہ آپ ہی کو غموں سے سابقہ پڑا۔ واقعۂ طائف، سانحۂ شعبِ ابی طالب اور سینکڑوں مثالیں ہیں، لیکن صبر کامل و اکمل کی یہ حالت ہے کہ شکوہ تو دور کی بات لبِ صادق سے ظالموں کے لیے دعائیں نکل رہی ہیں۔ اور پھر نواسۂ رسول ﷺ امام حسینؓ کو دیکھیے اپنے اہل و عیال کی قربانی کے باوجود صبر و تحمل کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہ تو چند مثالیں ہیں ورنہ انبیا صحابہ و صلحا کی حیات ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

تیسرے مصرعے میں شاعر کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو اگر کھانے کے لیے کم بھی ملے تو خوش رہتے ہیں۔ یہ لوگ لالچ اور طمع سے پاک ہوتے ہیں۔ زیادہ کی طلب نہیں کرتے۔

چوتھے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جس کیفیت اور عالم میں رکھے، یہ لوگ خوش رہتے ہیں۔ انسان کی سچی محبت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اللہ کی رضا کے سامنے گھٹنے ٹیک دے۔ اور یہ لوگ اسی تقاضے کا ثبوت دیتے ہوئے، جس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ انھیں رکھتا ہے یہ لوگ خوش رہتے ہیں۔ اور زبان سے شکوہ نہیں کرتے۔ بقول شاعر:

شکوۂ رنج والم باعثِ رسوائی ہے　　　　شاد رہنے کی سدا ہم نے قسم کھائی ہے

آخری شعر میں شاعر ایک مرتبہ پھر اوپر بیان کی گئی باتوں کو دہرا رہے ہیں کہ یہ لوگ دکھ درد، رنج و الم، مصائب و مشکلات بکھیڑوں اور بلاؤں سے ہرگز ہراساں نہیں ہوتے۔ بلکہ بڑے حوصلے سے ان کا مقابلہ کرتے ہیں اور ہر حالت اور کیفیت میں قانع رہتے ہیں۔ یہ لوگ ہر آزمائش میں ڈٹے رہتے ہیں اور اُن کے پائے استقلال میں ذرا بھی لرزش پیدا نہیں ہوتی۔ مفلسی جیسا کہ اکثر دیکھا گیا ہے انسان کے ایمان پر اثر انداز ہوتی ہے لیکن یہ لوگ افلاس میں بھی ہمہ وقت خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ نے اس غربت کے ذریعے انھیں اپنی ذات سے آشنائی دلائی ہے۔ بقول شاعر:

درد کے پردے میں بخشا مجھے ہستی کا شعور　　　　یہ کرم خوب کیا مجھ پہ خدا نے میرے

مختصر یہ کہ یہ لوگ اپنی رضا کو اللہ کی رضا میں ڈھال لیتے ہیں۔

بند نمبر 4

(بہاول پور 2009، لاہور 13ء)

جینے کا نہ افسوس، نہ مرنے کا ذرا غم　　　　یکساں ہے انھیں زندگی اور موت کا عالم
واقف نہ برس سے، نہ مہینے سے وہ اک دم　　　　نہ شب کی مصیبت، نہ کبھی روز کا ماتم
دن رات، گھڑی پہر، مہ و سال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

حل لغت:

جینا: زندہ رہنا	یکساں: برابر	واقف: آگاہ، آشنا
شب: رات	روز: دن، یوم	گھڑی: پل، لمحہ، ساعت
پہر: دن کا چوتھائی حصہ، تین گھنٹے		مہ: مہینا، ماہ

مفہوم: ان لوگوں کے لیے زندگی و موت دونوں برابر ہوتے ہیں۔ ماہ و سال جیسے ان تغیرات سے یہ لوگ نا آشنا ہوتے ہیں۔ ہر گھڑی میں خوش باش یہ لوگ ہی مرد کامل ہیں۔

تشریح:

زیرِ تشریح بند میں شاعر درویشوں کے مزید اوصاف بیان کر رہے ہیں۔ فقر و درویشی کو اپنانے والے فقر اور درویش عامۃ الناس سے جدا نظریات رکھتے ہیں۔ عامۃ الناس جیسا کہ اکثر دیکھا گیا ہے موت سے خائف ہوتے ہیں اور زندگی کو جسم و جان کو عزیز رکھتے ہیں۔ لیکن درویش حضرات کا ان سے بالکل مختلف عقیدہ ہوتا ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو مسافر سمجھتے ہیں جس کا راستہ اور گزرگاہ دنیا اور منزل آخرت ہوتی ہے۔ یعنی زندگی و موت دونوں ان کے لیے ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ بقول شاعر

اک مسلسل سفر کا قصہ ہے
موت بھی زندگی کا حصہ ہے

مزید برآں ان کی زندگی آسائش سے پاک ہوتی ہے۔ یہ لوگ "موتوا قبل ان تموتوا" کے مصداق پہلے ہی سے دنیاوی زندگی کو خیر باد کہہ چکے ہوتے ہیں۔ بقول خواجہ میر درد:

موت کیا آ کے فقیروں سے تجھے لینا ہے
مرنے سے آگے ہی یہ لوگ تو مر جاتے ہیں

کیوں کہ ان درویشوں نے دنیا میں رہتے ہوئے موت کی تیاری کی ہوتی ہے لہٰذا ان لوگوں کو موت کا چنداں خوف بھی نہیں۔ یہ جیتے رہے پھر بھی خوش ہیں اور اگر موت آ جائے تو پھر بھی خوش۔ کیوں کہ زندگی بھی تو اللہ ہی کی عطا ہے۔ اگر کسی سے کوئی چیز مستعار لی جائے تو وہ ضرور واپس کرنا پڑتی ہے اور ہماری زندگی بھی ایسے ہی ہے۔

بقول مرزا اسد اللہ خان غالب:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

لہٰذا انھیں معلوم ہوتا ہے کہ ابدی مسرتیں ان کی منتظر ہیں۔ یہ لوگ موت کو اپنے اور اپنے محبوب اللہ کے درمیان پردہ تصور کرتے ہیں۔ اس لیے یہ لوگ موت کے شیدا ہوتے ہیں۔ تاریخ اسلامی ایسے لازوال واقعات سے بھری پڑی ہے۔ مشہور واقعہ ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں حضرت خالدؓ بن ولید نے ایران کے ایک صوبے پر حملہ کیا تو اس سے پہلے وہاں کے حکمران ہرمز کے نام خط لکھا:

"میں تمھیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں کہ اسلام قبول کر لو یا ذمی بن کر جزیہ دینا قبول کرو ورنہ تمھارے اور ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی اور تمھیں ایسے لوگوں سے واسطہ پڑے گا جو زندگی سے زیادہ موت کے خواہاں ہیں۔"

711ء میں طارق بن زیاد نے جبل الطارق پر قدم رکھا تو وہاں کے عیسائی بادشاہ راڈرک نے ایک عیسائی عرب مسلمانوں کی حالت معلوم کرنے کے لیے جبل الطارق بھیجا۔ اس جاسوس نے واپس آ کر کہا "شہنشاہ معظم! یہ تو عجیب مخلوق ہے اور جو کچھ میں نے دیکھا میں نے ان میں بڑی عجیب دو چیزیں دیکھیں عزم صمیم اور تمنائے موت۔ یہ لوگ اپنے لیے میدانِ جنگ میں موت کی دعا کرتے ہیں اور ان کے عزم کا یہ عالم ہے کہ ان کے سپہ سالار نے کشتیاں جلا دی ہیں۔"

الغرض ان درویشوں کے لیے موت باعثِ تسکین ہوتی ہے اور یہ انھیں گویا ان کے دوست (خدا) کی طرف سے بلاوا ہے۔ بقول شاعر:

دل کو سکون، روح کو آرام آ گیا
موت آ گئی کہ دوست کا پیغام آ گیا

شاعر مزید کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو ماہ و سال، شب و روز سے کوئی آشنائی نہیں ہوتی۔ ان لوگوں کو ان جھمیلوں سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کو اس سے غرض نہیں ہوتی کہ ان کی زندگی کے اتنے برس اور اتنے ماہ گزر چکے ہیں۔ کیوں کہ عمر کے گزر

جانے پر وہی کفِ افسوس ملتا ہے جسے یا تو عمر عزیز ہو یا جس نے عمر رایئگاں گزاری ہو۔ لیکن درویش ان دونوں باتوں سے عاری ہوتے ہیں۔ وقت کے چلنے اور زمانے کے تند وتیز ریلے کے سامنے یہ لوگ چپ سادھ لیتے ہیں اور ہر حال میں خوش وخرم رہتے ہوئے خدائے لم یزل سے کبھی شکوہ نہیں کرتے اور آخر میں شاعر کہتے ہیں کہ یہی لوگ مرد کامل واکمل ہیں۔ بقول شاعر:

ہو کیسے بھی حالات کڑے، ہو کوئی مشکل یا الجھن
ہر حال میں شکر بجالاتے ہیں انجم یہ اللہ والے

بند نمبر 5

اُن کے تو جہاں میں، عجب عالم ہیں نظیر، آہ
سب ایسے تو دُنیا میں ولی، کم ہیں نظیر، آہ
کیا جانے، فرشتے ہیں کہ آدم ہیں نظیر، آہ
ہر وقت میں، ہر آن میں خُرم ہیں نظیر، آہ
جس ڈھال میں رکھا، وہ اُسی ڈھال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

حل لغت:
عجب عالم: عجیب کیفیت
ولی: اللہ کے نیک بندے
آدم: انسان
آن: لمحہ
خرم: خوش باش
ڈھال: طور طریقہ، انداز

مفہوم:
آہ نظیر! ان درویشوں کی تو عجیب کیفیت ہے۔ اب دنیا میں ایسے درویش کم رہ گئے ہیں اور معلوم نہیں یہ فرشتے ہیں کہ آدمی ہیں۔ یہ لوگ ہر وقت خوش رہتے ہیں۔ اللہ ان کو جس حالت میں رکھے اُسی میں خوش رہتے ہیں۔ یہی لوگ مرد کامل ہیں

تشریح:

زیر تشریح بند میں شاعر افسوس کے انداز میں خود اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے نظیر! ان لوگوں کی بھی عجب کیفیت ہے۔ ان کے رہن سہن کا انداز بالکل دوسرے لوگوں سے جدا ہوتا ہے۔ دوسرے لوگوں کو دنیا عزیز لیکن انھیں نہیں ہوتی۔ دوسروں کے برعکس یہ لوگ حرص وطمع سے پاک ہیں۔ خواہشاتِ نفس کے پیروکار نہیں۔ اچھے اور بُرے گویا ہر طرح کے حالات کو بخوشی برداشت کرتے ہیں۔ خدا ان لوگوں کو جس حالت میں رکھے یہ خوش رہتے ہیں۔ الغرض مجموعی طور پر ان لوگوں کا انداز زندگی باقی ماندہ دنیا سے بالکل جدا ہوتا ہے۔

دوسرے مصرعے میں شاعر اظہارِ تاسف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حیف صد حیف اے نظیر! اب ایسے لوگوں سے دنیا خالی ہوتی جا رہی ہے۔ ایسے لوگ دنیا میں کم یاب ہو گئے ہیں کہ جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر خوش رہتے ہیں اور اُس کی دی گئی آزمائشوں پر پورا اُترتے ہیں اور یہ امر واقعتاً مبنی بر حقیقت ہے کہ آج زمانے میں قحطِ رجال ہے۔ قناعت کرنے والے درویش خو صاحب فقر حضرات بہت کم رہ گئے ہیں۔ بقول ضمیر جعفری:

کلبلاتی بستیاں، مشکل سے دو چار آدمی
کتنا کم یاب آدمی ہے، کتنا بسیار آدمی

دوسرے شعر میں شاعر نے ان لوگوں کے متعلق کہا ہے کہ کیا معلوم کہ یہ فرشتے ہیں یا انسان۔ یہ ہیں تو مٹی سے تخلیق شدہ اور حضرت آدم کی اولاد ہیں۔ لیکن ہر حال میں خوش رہنا، ہمہ وقت تسبیح وتہلیل بجالانا اور شکر الٰہی کرنا یہ فرشتوں کی صفات ہیں۔ اس لیے یہ فرشتہ نما انسان ہیں۔ بشری کمزوریوں کے باوجود مکمل طور پر خدا کی عبادت کرنے والا بشر فرشتوں سے اولیٰ ہے۔ کیوں کہ فرشتے تو بشری کمزوریوں سے عاری ہیں۔ گناہ کے تو وہ مرتکب ہو ہی نہیں سکتے ہیں۔ اسی لیے حالیؔ نے کہا تھا کہ:

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

الغرض یہ لوگ ہر حال میں خوش و خرم رہتے ہیں اور شکوہ و شکایت اپنی زبان پر نہیں لاتے۔
تیسرے شعر میں شاعر کہتا ہے کہ یہ لوگ قناعت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہوتے ہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ انھیں جس جگہ، جس حالت میں، جس کیفیت میں، جس گلی کوچے میں، گھر میں یا گھر سے باہر، زندگی یا موت کے عالم میں ہر حال میں یہ خوش رہتے ہیں۔ یہی صاحب فقر لوگوں کی خصوصیات ہیں جو وہ نہایت خوش اسلوبی سے پورا کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ اصل جری، سورما اور کامل ترین مرد کہلانے کے حق دار ہیں۔ نظیرا کبر آبادی نے اس نظم میں درویشوں کی صفات کو اس قدر جامع اور مختصر انداز میں قلمبند کیا ہے گویا کہ دریا کو کوزے میں سمو دیا ہے۔

مشقی سوالات

سوال 1: تسلیم و رضا کے متن کو پیش نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے درست جوابات کے شروع میں ( ) صحیح کا نشان لگائیں۔

(۱) اس نظم میں ''مرد'' سے کیا مراد لی گئی ہے۔

(الف) بچے (ب) بوڑھے (ج) خواتین ✓ (د) تمام انسان

(۲) ''پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں'' مصرع نظم تسلیم و رضا کا مصرع ہے۔

✓ (الف) ہر بند کا آخری مصرع (ب) دوسرے اور تیسرے بند کا آخری مصرع

(ج) آخری بند کا آخری مصرع (د) صرف پہلے بند کا آخری مصرع

(۳) ''جو فقر میں پورے ہیں وہ ہر حال میں خوش ہیں'' کا دوسرا مصرع کیا ہے؟

(الف) اخلاق میں، ادبار میں، اقبال میں خوش ہیں

(ب) بے زر جو کیا تو اسی احوال میں خوش ہیں

(ج) دکھ درد میں آفات میں جنجال میں خوش ہیں

✓ (د) ہر کام میں ہر دام میں ہر حال میں خوش ہیں

سوال 2: نظم تسلیم و رضا کا مرکزی خیال تحریر کریں جو تین سطروں سے زیادہ نہ ہو۔

جواب: فقرا، درویش اور قناعت پسند حضرات ہر حال میں خوش اور شاکر رہتے ہیں۔ قیمتی لباس و گدڑی، دن رات اور زندگی موت میں یہ لوگ خوش رہتے ہیں۔ یہ لوگ فرشتوں سے کم نہیں ہوتے۔

سوال 3: نظم تسلیم و رضا کے تیسرے بند کی تشریح کیجیے۔

جواب: دیکھیے اشعار کی تشریح۔

سوال 4: نظم تسلیم و رضا کے ہم آواز الفاظ کے پانچ پانچ جوڑے لکھیں۔

جواب: (i) حال، مال (ii) احوال، اقبال (iii) چھوڑ، اوڑھ (iv) ماتم، عالم (v) کام، دام

سوال 5: نظم تسلیم و رضا کا خلاصہ لکھیے جو دس سطروں سے زائد نہ ہو۔

جواب: دیکھیے نظم کا خلاصہ۔